احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

مسلمانوں کو کافر نہ کہو

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّمَا رَجُلٍ قَالَ لِاَخِیْہِ کَافِرٌ فَقَدْ بَاءَ بِھَا اَحَدُھُمَا۔

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس آدمی نے اپنے بھائی کو کافر کہا تو ان دونوں میں سے ایک کافر ہے۔

اس حدیث میں لوگوں کے بُرے تکیہ کلام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ لوگوں نے کسی سے سن لیا ہے کہ کافر سب سے بڑا لفظ ہے جس کو مسلمان اپنے لیے سننا گوارا نہیں کرتا۔ بس پھر کیا۔ جب ساری گالیاں ختم ہو جاتی ہیں تو آخر میں اس لفظ سے کام لیا جاتا ہے۔ اور غصے میں لال پیلے ہو کر ایک دوسرے سے کہتے ہیں کافر! گویا گالیوں میں یہ آخری گولہ ہے جو اپنے مد مقابل پر پھینکا جاتا ہے۔

اس حدیث میں اس سے بہت سختی کے ساتھ روکا گیا ہے اور کہہ دیا گیا ہے کہ جو دوسرے کو کافر کہے اور وہ مسلمان ہو تو خود کہنے والا اس لقب کا اپنے آپ کو مستحق ٹھہرا لے۔

سمجھانا یہ ہے کہ دوسرے کے لیے کوئی سخت لفظ استعمال کرنا خود اپنے لیے ہی استعمال کرنے کے برابر ہے کیونکہ بحیثیت مسلمان دونوں کی عزت اور حیثیت برابر ہے۔ جو دوسرے کی آبروریزی کرے گا خود اس کی اپنی کیا خاک آبرو رہ جائے گی۔ چاہیئے کہ مسلمان دوسرے کو ویسا ہی قابل عزت سمجھے جیسا وہ خود بننا چاہتا ہے۔ ورنہ اگر دوسرے کی پگڑی اچھالی تو دوسرا کیا اُسے بخش دیگا دوسرے کو برا کہنا اور اس کے لیے انتہائی سخت لفظ استعمال کر لینا اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ دوسرا بھی اسے ایسا ہی کہے۔ اور اگر دوسرا بھی ایسا ہی اکھڑ باز ہے تو ضرور کہے گا۔ اور پھر یا ہمیشہ کے لیے دونوں کے درمیان دشمنی قائم ہو جائے گی۔ اور یا جو زیادہ تیز ہے وہ اپنے مقابل کا خاتمہ ہی کر دے گا۔

حدیث میں تقاضا ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنی زبان کو قابو میں رکھیں ورنہ طرح طرح کی مصیبتوں میں آپ بھی پھنسیں گے اور دوسروں کو پھنسائیں گے۔ بعض لوگ فخریہ کہتے ہیں کہ مجھ سے نہ الجھنا میرے ساتھ زبان درازی کی تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔ زبان گدی کی طرف سے کھینچ لوں گا۔ جی حضرت! آپ تو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں تو مسلمان ہی رہیئے۔ یہ دُرشت مزاجی اور سخت کلامی کا طریقہ آپ نے جیب سے اپنے لیے گھڑ لیا۔ دیکھئے آقائے نامدار آپ کو کیا نصیحت فرماتے ہیں۔ غصہ کو تھوک دیجئے مسلمان جھگڑالو نہیں ہوتا وہ تو اپنے اللہ کا حکم بردار بندہ حلیم، بردبار اور منکسر المزاج ہوتا ہے آپ ایسا ہی بننے کی کوشش کیجئے۔ شیطان سے یارانہ گانٹھنا ٹھیک نہیں۔ توبہ توبہ کسی کو اپنے منہ سے برا نہ کہیئے ورنہ آپ کے اس رویہ سے اسلام الگ بدنام ہوگا اور آپ منہ کی کھائیں گے۔ یاد رکھیئے بد خلقی اور اسلام ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ یہاں غضب اور طیش کی حالت میں کسی کو کافر کہنے کا ذکر ہے۔ ورنہ اگر مسلمان شرعی فتوے سے یا سوچ سمجھ کر کسی کو اسلام سے خارج قرار دیں تو اور بات ہے۔

● جب کسی قوم کے رگ و ریشہ میں برائی رچ بس جاتی ہے تو وہ پیغمبر کی بات کو بھی ٹھکرا دیتی ہے۔

قرآن پاک کو بوسہ

اس سے حق ادا نہیں ہوگا

۱۸ مارچ کے نوائے وقت (مقامی ایڈیشن) کے صفحہ اول پر ایک تصویر چھپی ہے، جس کے نیچے لکھا ہے:-

"وزیر اعظم بھٹو امام حرم شیخ عبداللہ بن سبیل کا تحفہ قبول کرتے ہوئے کلام پاک کو بوسہ دے رہے ہیں۔"

۱۷ مارچ کو امام حرم نے راولپنڈی پرائم منسٹر ہاؤس میں وزیر اعظم بھٹو سے ملاقات کی۔ یہ ملاقات جو نصف گھنٹہ تک جاری رہی، کی رپورٹ بھی اسی پرچہ میں شائع ہوئی ہے جس کے آخر میں ہے:-

"انہوں نے وزیر اعظم بھٹو کو نہایت خوبصورت جمع شدہ قرآن مجید کا ایک نسخہ پیش کیا جسے وزیر اعظم نے عقیدت سے بار بار بوسہ دیا۔"

اسی بوسہ دینے کا فوٹو چھپا ہے جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا — فوٹو دیکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ "بیدار مغز و ہوشیار" وزیر اعظم بوسہ تو دے رہے ہیں لیکن ان کی نگاہیں کسی اور طرف ہیں۔ غالباً وہ بے قراری کے عالم میں کیمرہ مین کو تک رہے ہیں۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا، اصل بات جو میں عرض کرنا ہے وہ ہے کتاب مقدس کا معاملہ!

اس قسم کی باتیں اس سے پہلے بھی سامنے آچکی ہیں۔ بعض نامور شخصیتوں کی یہ خوبصورت روایت ہے کہ وہ ملاقاتوں میں قرآن پاک پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ کئی بار وزیر اعظم کو بھی کتاب مقدس پیش کی گئی اور انہوں نے بھی طے شدہ روایت کے مطابق ہمیشہ بوسہ دیا۔

لیکن سوال یہ ہے کہ "بوسہ دینے" سے قرآن کا حق ادا ہو جاتا ہے؟

قرآن جو عالم انسانیت کے لیے خدا کا آخری قانون ہے اور جس کے مطابق نبی اُمّی علیہ السلام نے نظام حکومت چلایا تھا۔ ہم سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ ہم اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی میں اسی کتاب مقدس سے استفادہ کریں اور استفادہ ہی نہیں بلکہ اس کو اپنائیں اور اس پر عمل کریں۔ آخر یہ

مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب : ادارہ

موت سے کس کو رستگاری ہے

بیان شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :-

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِہِمْ۔

ترجمہ : (عقلمند وہ ہیں) جو کھڑے، بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے ہر حال میں خدا کو یاد کرتے ہیں۔

اس آیت میں ذکر الٰہی کی فضیلت کا بیان ہے اور اس قسم کی باتیں اس لیے بار بار دہرائی جاتی ہیں۔ کیونکہ جو بات بار بار دہرائی جائے وہ دل میں جگہ پکڑ لیتی ہے۔ اذا تکرر الکلام تقرر فی القلب عربی محاورہ ہے۔

ابھی میں نے حاجی غلام محمد صاحب مرحوم کا تذکرہ کیا پچھلے دنوں ان کی والدہ انتقال کر گئی۔ پچھلے جمعہ آئے واپس جاتے راستے میں حادثہ ہوا، انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم کی ایک پھوپھی صاحبہ تھیں (ارڑ ضلع سرگودھا) ان کا نام خاتون تھا۔ حضرت اس کے متعلق فرماتے کہ اس عورت کو جتنی یادِ خدا کی توفیق تھی اتنی کسی کو نہیں فرماتے کہ اگر مرد ہوتی تو وہ سب سے زیادہ خلافت کی مستحق تھی۔ اور پھر وہ غریب نہیں، مالدار عورت تھی اور بہت زیادہ مالدار، لیکن خدا نے توفیق دی راہ خدا میں خوب لٹاتے اور بالخصوص اگر حرم مدینہ سے کوئی باشندہ آجاتا تو اسے اتنا نوازتے کہ جواب نہیں۔ حتیٰ کہ اگر کوئی ان کے پاس جعلی مدنی بن کر آتا تو اسے فوراً پہچان لیتے لیکن ذلیل کرنے کے بجائے کچھ نہ کچھ دے دیتے۔

ان کے بھتیجے یہ حاجی غلام محمد صاحب پچھلے جمعہ کو مجھے ملنے آئے، ان کی والدہ کا انتقال ہوا تھا میں نے ان سے تعزیت کی یہاں سے واپس جاتے ہوئے لالیاں سے آگے حادثہ ہوا۔ کار، ڈرائیور، ملازم سب محفوظ وہ شہید ہو گئے۔ سچ ہے

اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ۔ (ترجمہ) جب موت آ جاتی ہے ایک لمحہ کی نہ تاخیر ہوتی ہے نہ تقدیم۔

بہرحال وہ خوش قسمت تھے کہ خدا نے انہیں دین و دنیا سے نوازا تھا۔ خدا کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اہل اللہ وہ ہیں جنہیں دیکھ کر خدا یاد آئے۔ ہمارے حضرات اکابرینِ دیوبند، حضرت مدنیؒ، حضرت رائپوریؒ حضرت دین پوریؒ، حضرت امروٹیؒ واقعی ایسے لوگ تھے جنہیں دیکھ کر خدا یاد آتا۔ اور سچی بات یہی ہے کہ مومن کا مقام بہت بڑا ہے بشرطیکہ وہ صحیح معنوں میں مومن ہو۔ لیکن جب خدا کے احکام و قوانین کو چھوڑ دیا جائے تو پھر وہی انسان بدترین خلائق ہے۔ خداوند قدوس نے شرک اور دوسرے معاصی و جرائم سے سختی سے روکا۔ قتل نفس سے روکا اور حضور علیہ السلام نے تو مسلمان کی طرف ہتھیار سے اشارہ سے بھی منع فرمایا۔ لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ آج آپس میں لڑائی جھگڑا اور سر پھٹول ہے، قتل و غارت ہے، اس سے بڑھ کر سب سے بڑا گناہ شرک ہے۔ مسلمان بدقسمتی سے اس میں مبتلا ہیں جو اکابرین ملت یہاں آئے اور جنہوں نے شرک کی ظلمت کو مٹایا ہمیں خدا کی راہ دکھلائی انہی کے نام و مزارات پر وہ کرتوت

ہوتے ہیں کہ الامان ۔ لیکن ان بزرگوں کے نام پر یہ کھڑاگ رچانے والے یاد رکھیں کہ قیامت کے دن یہ بزرگ اللہ کے حضور ان اعمال سے برأت کا اظہار کریں گے نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان مشکلات میں پھنس جائے گا۔

آج ہماری ذمہ داریوں میں ایک ذمہ داری یہ بھی ہے کہ اولاد کی صحیح تعلیم و تربیت کا انتظام کریں۔ کیونکہ صحیح اولاد ہوگی تو وہ ماں باپ کے لیے صدقہ جاریہ ہوگی۔ بصورت دیگر وہ خاندان کا نام بدنام کرائے گی۔ اور قیامت کے دن اللہ کے حضور والدین وغیرہ کے لیے دوگنا عذاب کی درخواست کرے گی۔ رَبَّنَا اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا (الاحزاب) اے اللہ! ان کو دوگنا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت فرما۔

اس لیے خدا نے حکم دیا۔ قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا۔ کہ اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

یہ ہماری ذمہ داریوں میں شامل ہے اور اس میں سب سے اہم معاملہ نماز کا ہے۔ خدا کے رسولؐ نے سات برس کی عمر میں نماز کی تلقین کا فرمایا۔ دس برس کی عمر میں مار کر بھی نماز پڑھنے کا حکم دیا تاکہ عادت پختہ ہو جائے۔

جب اس نہج پر تربیت ہوتی ہے تو وہ اولاد باعث اجر و ثواب ہوتی ہے۔ لیکن آج اولاد تو کیا نماز پڑھے گی والدین ہی نہیں پڑھتے کیونکہ انہیں احساس نہیں۔ احساس ہے تو بس جھنڈیوں، جلوسوں کا۔ اور اسی کو دین سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ یہ دین نہیں۔ دین سیرت رسولؐ کا نام ہے، قرآن و سنت کا نام ہے جس کے متعلق حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ تمہارے لیے چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ یہ چیزیں دین ہوتیں تو صحابہ کرامؓ ایسا کرتے۔ لیکن جب انہوں نے نہیں کیا تو ہم نے خواہ مخواہ یہ چیزیں گلے لگا لیں۔ خدا ہمیں عمل کی توفیق دے۔

موت سر پر منڈلا رہی ہے اس کے بعد خدا سے معاملہ ہوگا اور وہاں سے وہی سرخرو ہوگا جس نے قرآن و سنت کے مطابق زندگی گزاری۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین!

خدمتِ دین کا ایک مرکز

مدرسہ قاسم العلوم ساروکی ضلع گوجرانوالہ

۱۲ مارچ کو مولانا زاہد الراشدی ناظم نشریات و اطلاعات جمعیۃ علماء اسلام پاکستان اور ڈاکٹر غلام محمد صاحب ناظم جمعیۃ ضلع گوجرانوالہ کی معیت میں ساروکی جانے کا اتفاق ہوا۔ یہ جگہ وزیر آباد سے مغرب کی طرف ۱۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں حاضری کا مقصد مدرسہ قاسم العلوم کے جلسہ میں شرکت تھی۔

یہ مدرسہ قطب الاقطاب حضرت لاہوری قدس سرہ کے ایک خادم جناب حافظ محمد شفیع صاحب نے قائم کیا ہے۔ آجکل مدرسہ کے سرپرست حضرت شیخ طریقت مولانا عبید اللہ انور ہیں۔

حافظ صاحب موصوف نے ایک وسیع قطعہ اراضی پر مسجد، مدرسہ کی عمارات بنائی ہیں۔ اور ابھی ان کے پیشِ نظر بہت ساری چیزیں ہیں۔

بہرحال وہاں جا کر خوشی ہوئی۔ ماحول دیکھ کر اطمینان ہوا مقامی اور بیرونی بچے دولت قرآن سے مالا مال ہو رہے ہیں۔ خطیب کا باقاعدہ انتظام ہے جو خلق خدا کو اللہ اور اس کے رسول کی باتیں بتلاتے ہیں۔

حضرت لاہوریؒ جنہیں اپنے اکابر نے خدمت قرآن پر لگایا تھا۔ اپنے سوز دروں سے ایک ایسی فضا قائم کر گئے کہ آج اطراف ملک میں جگہ جگہ ان کی منشاء و ہدایت کے مطابق علماء، حفاظ اور اہل دل خدمت دین میں مصروف ہیں۔

پروردگار عالم شیخ مرحوم پر کروڑہا کروڑ رحمتیں نازل فرمائے اور ان کے لگائے ہوئے ان گلدستوں کو سلامت رکھے۔

علوی — مدیر

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : صالح محمد [illegible]

سیرتِ رسولؐ ایمان و عمل کے مجموعہ کا نام ہے !

جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ : اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم :
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :۔

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

ترجمہ : زمانہ کی قسم ہے ۔ بے شک انسان گھاٹے میں ہے ۔ مگر جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے اور حق پر قائم رہنے کی اور صبر کرنے کی آپس میں وصیت کرتے رہے ۔

بزرگانِ محترم ! آج کی معروضات جمعہ کا عنوان ہے کہ اسلام جو پیغمبر آخر الزمان (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بعثت کا مقصد ہے ۔ وہی ہماری دنیا اور آخرت میں نجات کا ذریعہ ہے ۔ سارا قرآن یہی پیغام ، یہی ہدایت اور یہی رہنمائی لے کر آیا ہے ۔ قرآن کے تیس پارے اور ایک سو سورتیں اسی موضوع کی تفصیل ہیں اور احادیث نبویہ بھی اس کی تفاصیل سے بھری پڑی ہیں لیکن صرف جلوس وغیرہ نکال کر ہم یہ سمجھیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا حق ادا کر دیا ۔ اسلام کا حق ادا ہو گیا ۔ آپؐ کی بعثت کا مقصد پورا ہو گیا تو یہ نہ صرف اپنے آپ کو دھوکا دینے والی بات ہے ۔ بلکہ خلقِ خدا کو بھی دھوکا دینے والی بات ہے ۔ ایمانداری کی بات یہ ہے کہ ؎

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

اب ہمارے ہاں جو ایک بہت بڑی لاہور میں سیرت کانگرس ہوئی ہے اور ملک کے دوسرے حصوں میں بھی ہو رہی ہے ۔ چشم ما روشن دلِ ما شاد ۔ ہم سے زیادہ کس کو خوشی ہوگی کہ مسلمان بھی آپؐ کی تعریف کریں اور مستشرقین بھی آپؐ کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہوں ۔ اس سے زیادہ کونسی خوش آئند بات ہوگی ۔ لیکن کیا وجہ ہے کہ آج تک ان مستشرقین کو آپؐ کی لائی ہوئی تعلیمات پر یقین نہیں آ رہا کہ وہ صدق دل سے ایمان لائیں ۔ اور آخرت میں کامیاب و کامران ہوں ۔

میں نے جو آیات پڑھی ہیں ۔ ان میں اسی بات کا تذکرہ ہے کہ پہلے اگر حضرت عیسیٰؑ اور حضرت موسیٰؑ پہ ایمان لاکر نجات حاصل ہو سکتی تھی تو آپؐ کی بعثت اور رسالت کے بعد خواہ کوئی عیسائی یا یہودی حضرت عیسیٰؑ یا موسیٰؑ کا کتنا ہی سچا پیروکار کیوں نہ ہو جب تک حضورؐ پہ ایمان نہیں لائے گا ، آپؐ کی رسالت کا اقرار نہیں کرے گا ، آپؐ کی لائی ہوئی تعلیمات پر عمل نہیں کرے گا اس وقت تک آخرت کی نجات کا مستحق نہیں بن سکتا ۔ اس لیے قرآن حکیم نے حکم دیا ، ہر مسلمان کا یہ ایمان ہونا چاہیے لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۔ ہم کسی پیغمبر پہ ایمان لانے میں تفریق نہیں کرتے ۔ درجات اور مرتبہ میں بعض پر بعض کو اللہ نے فضیلت دی ہے ۔ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ ۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ایمان کس کو کہتے ہیں ۔ کیونکہ

یہ لفظ تو عام ہے۔ جو شخص جس پیغمبر پہ ایمان رکھے گا وہ یہی کہے گا میں ایماندار ہوں۔ جیسے لفظ سیّد، رسول عام عرب لوگ استعمال کرتے ہیں۔ مجھے یاد ہے۔ جب جواہر لال عرب گیا تو لوگوں نے رسول السلام کے نعرے لگائے۔ ہمارے ہاں بڑا طوفان مچا لوگوں نے غیظ و غصہ کا اظہار کیا۔ حالانکہ عرب والے تو گاندھی کو، چرچل کو بھی سیّد لکھتے ہیں۔ بھارت کا منڈل نامی وزیر تھا۔ اس کو بھی [illegible]ں نے لکھا کہ:

ہم سیّد کا لفظ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل کے بارے میں استعمال کرتے ہیں اور وہ مسٹر، شریف اور جناب کے معنوں میں سیّد کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ ایسے ہی شریعت میں رسول تو اللہ کے فرستادہ اور پیغامبر پہ بولا جاتا ہے لیکن ہم معنیٰ قاصد کا ہے رسول السلام کہ سلامتی کا پیغام دینے والا۔ نہ یہ ہے کہ وہ رسول خدا بن گیا۔ یہ صرف الفاظ کا اشتباہ ہے، حقیقت جدا ہے۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ ایمان کا لفظ تو ہر فرد استعمال کرے گا۔ اور کرتا ہے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ ایمان کی تفاصیل کیا ہیں۔ اس کے تقاضے کون سے ہیں۔ ایمان ہم سے کس چیز کا مطالبہ کرتا ہے۔ قرآن میں ایمانیات کا ایک مستقل موضوع ہے۔ اور وہ اجمالاً یوں بیان ہوا کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ۔ جب تک تمام کتابوں، فرشتوں اور تمام رسولوں پہ ایمان نہیں ہوگا۔ بعض کو مانے اور بعض کو نہ مانے تو یہ ایمان و یقین اس کے لیے کچھ بھی سودمند نہیں۔ جیسے ایک شخص مسلمان تو اپنے آپ کو کہلاتا ہے۔ لیکن قرآن کو مانتا ہے احادیث کو نہیں مانتا تو وہ اپنے آپ کو کتنا بھی مسلمان ظاہر کرے وہ مسلمان نہیں رہ سکتا۔ لیکن بشرطیکہ حدیث صحیح ہو جو قرآن کے مطابق ہو۔ ورنہ اس کو چھوڑ دیا جائے گا۔ یہی چودہ سو سال سے محدثین کا طریق رہا ہے۔ پولوس جو عیسیٰؑ کا پیروکار تھا۔ اس پہ الزام تھا کہ تم نے حضرت عیسیٰؑ کے ارشادات کے ساتھ اپنی باتیں کیوں داخل کر دیں تو اس نے کہا کہ لوگوں کو ڈرانے دھمکانے اور خوفِ خدا دلانے کے لیے اگر میں کوئی بات اپنی طرف سے کہتا ہوں تو کون سا جھوٹ بولتا ہوں۔

اسی طرح ایک شخص اگرچہ نیت خیر ہی کی کیوں نہ ہو۔ لیکن اپنی طرف سے چند باتیں بنا کر لوگوں سے کہے کہ یہ بھی ارشاداتِ نبویہ میں سے ہیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّءْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ کہ جس نے مجھ پہ جان بوجھ کر جھوٹ کا افترا باندھا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔ کے مصداق جہنم کا ایندھن بنے گا

حدیث کی مثال سونے کی طرح ہے کہ آپ سونا لے کر زرگر کے پاس جاتے ہیں۔ اس سے آپ کہتے ہیں کہ دیکھیں یہ کون سا سونا ہے۔ اس میں کوئی کھوٹ تو نہیں۔ تو وہ آپ کو بتا دے گا کہ اس سونا میں کھوٹ کتنی ہے، ملاوٹ کتنی ہے یا خالص ہے۔

اسی طرح محدثین یہ بات ہمیں بتا دیتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے، یہ ضعیف ہے۔ اس میں فلاں شخص نے یوں کوئی چیز داخل کی ہے اور اس میں فلاں فلاں راوی ہے، فلاں ثقہ ہے [illegible] فلاں راوی کمزور ہے، مجہول ہے۔

بات ایمان کی [illegible] رہی تھی۔ صحابہ کرامؓ آپؐ کی بعثت سے قبل طرح طرح کی برائیوں میں ملوث تھے، شراب اور زنا، جوا اور بت پرستی ان کے اعمال تھے لیکن جب یہ لوگ ایمان لائے تو پھر یہ نہیں کہ صرف زبان سے اظہار ایمان کیا بلکہ عمل سے دنیا کے سامنے ایک نمونہ پیش کیا۔ جب آپؐ کی صحبت انہیں میسر آئی تو پھر راہزن سے رہنما بن گئے۔ شراب کے رسیا شراب کے خلاف بغاوت کر بیٹھے، شراب کے مٹکے گلی کوچوں میں لا کر توڑ دیے شراب بہتی یوں محسوس ہوتی جیسے عام پانی بہتا چلا جا رہا ہو۔ پھر جن کی راتیں عیاشی میں گزرتی تھیں وہ شب زندہ دار اور تہجد گزار بن گئے اور ساری عمر جہاد میں گزار دی نوبت بایں جا رسید کہ

دشت تو دشت دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

مدینہ کا واقعہ ہے۔ حضرت امام مالکؒ جو مدینے کے سب سے بڑے محدث اور امام ہیں ان کے استاد ربیعہ

کے والد ان کی والدہ کو بڑی رقم دے کر خود جہاد پر تشریف لے گئے۔ پچیس سال انہوں نے جہاد میں گزار دیے۔ ایران و عراق اور مختلف ملکوں میں پھرے جب واپس آئے تو بیٹا جوان ہو چکا تھا۔ جب گھر میں داخل ہونے لگتے ہیں تو بیٹا لڑائی پہ آمادہ ہو جاتا ہے کہ کون ہمارے گھر میں گھس آیا۔ جب اُن کی والدہ آواز سنتی ہیں تو کہتی ہیں کہ تمہارے والد ہیں۔ اُن کے والد نے پوچھا کہ مَیں جاتے ہوئے تم کو کچھ رقم دے گیا تھا اس کو کیا کیا؟ تو ان کی والدہ نے کہا کہ مَیں نے اس کو گاڑ رکھا ہے اور تم مسجد نبوی میں جب نماز کے لیے جاؤ تو مجھے واپس آکر بتانا کہ وہاں کیا ہو رہا ہے؟ واپس آئے تو بتایا اُن کے وہی صاحبزادے درس حدیث دے رہے تھے، سینکڑوں شاگرد پڑھ رہے تھے۔

اُن کی والدہ نے کہا کہ تم نے جو رقم دی تھی اس کو مَیں نے کسی کاروبار میں نہیں لگایا بلکہ اس علم کی زمین میں لگایا۔ تمہارے بیٹے کو دین پڑھایا تو انہوں نے کہا کہ آج میرا بیٹا وقت کا امام ہے۔ میرے لیے اس سے بڑی اور کون سی دولت ہے کہ دنیا اور آخرت اس دولت سے سنور گئی۔ یہ ہے ایمان کا تقاضا کہ جہاد میں پچیس سال صرف ہو گئے، پھر گھر واپس لوٹے۔

بات ایمان کی ہو رہی تھی کہ صرف زبان سے دعوے ایمان کوئی چیز نہیں۔ عمل کی انتہائی ضرورت ہے۔ آج جس چیز کی ہم میں کمی ہے وہ عمل ہے۔ آپؐ کی سیرت کا اظہار ہمارے عمل سے نہیں ہو رہا ہے۔ آپؐ کی سیرت پر تو مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم لوگوں نے اتنا کچھ لکھا کہ ہمارے مطالعہ میں بھی وہ چیزیں نہیں آئیں۔ اور اتنی بڑی بڑی کتابیں آپؐ کی سیرت پر تصنیف کیں کہ عقل ششدر رہ جاتی ہے۔ ہم مسلمانوں کو اپنے پیغمبرؐ کی سیرت کا اتنا مطالعہ نہیں جتنا ان غیر مسلموں کو ہے۔ ابھی لاہور میں سیرت کانگرس ہوئی تو مستشرقین نے بڑے پُر مغز اور معلومات افزا مقالے پڑھے۔ حضور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہوئے۔ لیکن بات وہی عمل کی ہے کہ مستشرقین کا تو ایمان ہی نہیں لیکن تعریف و توصیف زبان سے وہ بھی کرتے ہیں۔ اگر صرف زبان سے حضور علیہ السلام کی تعریف و توصیف کافی ہوتی تو یہ غیر مسلم سارے ہم سے زیادہ جنت کے مستحق ہوتے۔

کون سا شخص ایسا ہے جس نے حضورؐ کی تعریف نہیں کی۔ کارل مارکس اور جواہر لال کی تحریریں میں نے پڑھی ہیں۔ جو حضورؐ کے حالات اور آپؐ کی توصیف سے بھری پڑی ہیں لیکن یہ لوگ ایمان اور عمل کی دولت سے خالی تھے۔

ہمیں خوشی ہے حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سیرت پر مقالات پڑھے جائیں۔ آپؐ کی سیرت کے ہر گوشہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی جائے۔ اس کے ساتھ ہی عمل کے سانچہ میں بھی اپنے آپ کو ڈھالیں۔ صرف لمبا چوڑا جلوس نکال دینے سے، پٹاخے بجا دینے سے، فلمی، فحش، بیہودہ گانے اور بھنگڑا ڈال لینے سے ہم سیرت کی کون سی خدمت کر رہے ہیں۔ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) تو بانسری کی آواز سن کر انگلیاں کان میں ٹھونس لیتے ہیں لیکن آج طبلے اور سارنگی ہمارے مذہب کا جزو بنا کر ہمیں مذہب سے بیگانہ بنانے کی سازشیں کی جا رہی ہیں تاکہ نماز روزہ کی طرف ہماری توجہ نہ رہے۔ ہم ناچ بھنگڑا میں مبتلا رہیں اور اُلّو سیدھا ہوتا رہے۔

آج حکمران جہاں سیرت کانگریس کرتے ہیں۔ وہاں اس نظام کو کیوں نہیں نافذ کرتے جو سیرت کا مقصد ہے۔ آج رشوت، سود، ڈکیتی، چور بازاری، قتل و غارت گری، ظلم و جور اور مہنگائی عروج پر ہے۔ اور یہ چیزیں تب ختم ہوں گی جب ہم اسلام کو صحیح معنوں میں نافذ کر دیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان کے تقاضے پورے کرنے کی، ایمان کے راستے میں مصائب برداشت کرنے کی اور صحیح معنوں میں عملی نمونہ قوم کے سامنے پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین!

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا!

"مرے گر کعبے میں — لندن میں گاڑو قادیانی کو"

روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۳ مارچ ۱۹۷۶ء کی ایک اطلاع کے مطابق قادیانی گروہ کا مرکز ربوہ سے انگلستان منتقل ہو رہا ہے ——— اشعارِ ذیل اس خبر کو پڑھ کر فی البدیہہ ہو گئے ———

سنا ہے قادیانی ہو رہے ہیں عازمِ لندن
فرنگی بادشاہت آ رہی ہے میزبانی کو

اگر دادا پلومر کی شرابِ ناب پیتا تھا
پئے گا پوتا برمنگھم میں جامِ ارغوانی کو

جنازہ میرزائیت کا ربوہ سے اٹھا آخر
کوئی کب تک چھپا سکتا تھا اسرارِ نہانی کو

ہے یہ ختم الرسل کا ایک تازہ معجزہ یارو!
نکالا ارضِ پاکستان سے کذابِ ثانی کو

مسلمانو! عرب سے اب یہودیت کی باری ہے
مٹا دو دجل اور تلبیس کی اک اک نشانی کو

خدا کے فضل سے اسلام کا پھر بول ہے بالا
یہودیت کا اور میرزائیت کا منہ ہوا کالا

فرشتوں نے خبر یہ عالمِ بالا میں پہنچائی
سنائی آغا شورش نے ہر اک جنت مکانی کو

سنی جب شیخ لاہوریؒ، بخاریؒ اور قاضیؒ نے
چھپا سکتے بھلا کیونکر وہ اپنی شادمانی کو

کہا یہ میرزا غالب سے بابائے صحافت نے
سخنور مانتے ہیں آپ کی شعلہ بیانی کو

مگر میں نے کہا تھا آپ کے مصرعے پہ اک مصرعہ
سنیں اور داد دیں میری طبیعت کی روانی کو

"وفاداری بشرطِ استواری اصلِ ایماں ہے
مرے گر کعبے میں، لندن میں گاڑو قادیانی کو"

مسلمانو! اگر تم نیک بن کر ایک ہو جاؤ
علم اسلام کا پھر شرق سے تا غرب لہراؤ

حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ

روزنامہ پاکستان ٹائمز لاہور (سنڈے میگزین) مورخہ ۴ جنوری ۱۹۷۶ء میں جناب "ادیب" کے قلم سے امام انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ایک قابل قدر مضمون شائع ہوا ہے۔ اگرچہ اس کے تمام مندرجات سے پورے طور پر اتفاق نہیں کیا جا سکتا تاہم اس کی اہمیت کے پیش نظر اس کا اردو ترجمہ ھدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔

(محمد مقبول عالم)

جناب پیر علی محمد راشدی نے اپنے ایک حالیہ مضمون میں "سندھ پنجاب تعلقات" میں اس بات کا اظہار کیا ہے کہ

"اگر مولانا عبید اللہ سندھیؒ جو ایک پنجابی نومسلم تھے سب سے پہلے سندھی مسلم انقلابی نہیں تھے تو پھر دوسرا کون تھا؟"

افسوس ہے کہ مولانا عبید اللہ سندھیؒ کی وہ قدر دانی نہیں ہوئی جس کے وہ مستحق تھے۔ اگر پروفیسر محمد سرور مولانا سندھیؒ کی نمایاں اور درخشاں زندگی اور ان کے کارناموں کے متعلق اتنی تفصیل کے ساتھ نہ لکھتے تو شاید موجودہ نسل انہیں بالکل ہی فراموش کر دیتی۔

مولانا عبید اللہ سندھیؒ اپنی زندگی میں تنہا اور شہرت سے بے نیاز انسان تھے جو اپنی وفات کے بعد اور بھی گمنام ہوگئے اور عام لوگوں میں اتنے ہردلعزیز نہ تھے کیونکہ وہ پیر یا خطیب نہ تھے۔ بلکہ وہ تو ایک "مفکر" تھے۔ وہ علماء میں بھی شہرت نہ پا سکے کیونکہ وہ رسوم پرست نہ تھے۔ بلکہ وہ تو ایک حقیقی اور غیر رسمی فکر کے حامل تھے۔

پچیس برس کی جلا وطنی کے بعد جب مولانا سندھی ۱۹۳۹ء میں واپس وطن لوٹے تو ان کے پیغام نے مذہبی حلقوں میں ہلچل مچا دی۔ تاہم شروع میں ان کا نہایت احترام اور جوش و خروش کے ساتھ خیر مقدم کیا گیا۔ کیونکہ وہ علماء دیوبند میں، جو برصغیر میں اسلامی فکر کے مرکزی نمائندہ تھے ایک اعلیٰ و ارفع مقام رکھتے تھے۔

مولانا سندھیؒ کی زندگی شروع ہی سے حادثات سے بھری ہوئی تھی۔ آپ ۱۸۷۲ء میں سیالکوٹ کے نزدیک ایک سکھ خاندان میں پیدا ہوئے۔ سکول میں انہوں نے اسلام کے متعلق کتابیں پڑھنا شروع کیں اور جب پندرہ برس سے ذرا بڑے ہوئے تو سندھ کے ایک صوفی بزرگ کے زیر اثر انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ ایک سال بعد علم کی تلاش کا جذبہ انہیں دارالعلوم دیوبند لے گیا۔ جہاں انہوں نے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن کی سرپرستی میں علم حاصل کیا اور ان کے محبوب شاگردوں میں شمار ہونے لگے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ سندھ واپس آ گئے اور وہاں سکھر اور حیدر آباد کے مدرسوں میں برسوں تک پڑھاتے رہے۔ سندھ میں طویل قیام کے باعث آپ "سندھی" مشہور ہو گئے۔

اس سارے عرصے میں آپ نے برابر حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ سے رابطہ قائم رکھا۔ چنانچہ حضرت شیخ الہند نے مولانا سندھیؒ کو ۱۹۰۹ء میں ایک نئے ادارے "جمعیۃ الانصار" میں کام کرنے کے لیے واپس دیوبند طلب کیا۔ لیکن اپنے انقلابی خیالات کی بناء پر علمائے دیوبند کے قدامت پسند برسرِ اقتدار طبقے سے مولانا سندھیؒ کی نہ بن سکی۔ جس کی وجہ سے انہیں تین سال بعد الگ ہونے پر مجبور کیا گیا۔ لیکن ان کے استاد حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ نے انہیں نہ چھوڑا اور ایک دوسرے نئے ادارے "نظارۃ المعارف

دہلی (ادارے کا صحیح نام نظارۃ المعارف قرآنیہ دہلی ہے۔ مترجم) میں کام کرنے کے لیے منتخب فرمایا۔ اس ادارے کا انتظام ڈاکٹر انصاری مرحوم اور حکیم اجمل خاں مرحوم کے ہاتھوں میں تھا اور حضرت شیخ الہند اس میں بڑی دلچسپی لیتے تھے۔ اس ادارے کا مقصد یہ تھا کہ مروجہ دینی مدارس کے طلبہ اور علی گڑھ کالج کے انگریزی تعلیم یافتہ حضرات کو ایک دوسرے کے قریب لایا جائے۔

حضرت مولانا محمود حسن جو دیوبند کی ایک نمایاں شخصیت تھے، نہ صرف ایک بہت بڑے دینی عالم تھے بلکہ جہاد آزادی کے ایک عظیم مجاہد بھی تھے۔ انہوں نے انگریزوں کے خلاف کام کرنے کے لیے ایک خفیہ تنظیم بنائی تھی اس مقصد کے لیے انہوں نے افغانستان، ترکی اور دوسرے مسلم ممالک کی ممتاز شخصیتوں سے تعلقات قائم کیے۔ اس سیاسی کام میں مولانا سندھی ان کے معتمد خصوصی تھے۔ اس تنظیم نے پہلی عالمی جنگ کے شروع ہوتے ہی ایک خاص اہمیت اختیار کر لی ۱۹۱۵ء میں حضرت مولانا محمود حسنؒ نے مولانا سندھیؒ کو ایک مشن پر کابل بھیجا۔ تاکہ افغان حکومت سے انگریزوں کے خلاف ہر قسم کی اخلاقی اور مادی امداد حاصل کی جائے۔

مولانا سندھیؒ نے کابل میں سات سال بڑے مایوس کن حالات میں گزارے۔ وہ اس عرصے میں کچھ بھی حاصل نہ کر سکے (یہ صحیح نہیں ہے۔ مترجم) اگرچہ ملک کے سب سے اونچے طبقے نے ان کا خیر مقدم کیا۔ اور اس کے ساتھ مولانا کا براہِ راست رابطہ قائم ہو چکا تھا۔ لیکن وہ اپنے مشن میں کامیاب نہ ہو سکے۔ کیونکہ افغان حکومت ان دنوں انگریزوں کے دباؤ کے نیچے تھی۔

بہرحال انگریزوں نے ۱۹۱۸ء میں جنگ عظیم میں فتح حاصل کر لی۔ جس کے بعد انہوں نے برصغیر میں سخت مظالم کرنا شروع کر دیے۔ حضرت مولانا محمود حسن کی خفیہ سرگرمیوں کا راز فاش ہو گیا اور انہیں گرفتار کر کے جزیرہ مالٹا میں جلاوطن کر دیا گیا۔ انہیں ۱۹۲۰ء میں رہا کر کے واپس وطن آنے کی اجازت دے دی گئی۔ لیکن جلد ہی ان کا انتقال ہو گیا۔

مولانا سندھیؒ واپس وطن نہ آ سکے اور یہاں اب ان کے لیے تھا ہی کیا۔ کیونکہ ان کے تمام سیاسی منصوبے ٹوٹ چکے تھے (مولانا انگریز کے باغی ہونے کی وجہ سے واپس وطن نہیں آ سکتے تھے۔ ویسے اب انہوں نے پہلے پروگرام کی جگہ نیا پروگرام سوچ لیا تھا جسے انہوں نے ترکی جا کر شائع کیا۔ مترجم) مگر وہ کابل میں بھی ٹھہر نہ سکے۔ انگریزوں کے دباؤ کے تحت انہیں کابل چھوڑنے کے لیے مجبور کیا گیا۔

کابل کے قیام کے دوران انہوں نے روس کی نئی حکومت کے نمائندوں سے بھی تعلقات قائم کر لیے تھے چنانچہ ۱۹۲۲ء میں مولانا سندھیؒ اور ان کے بعض رفقاء نے روس چلے جانے کا فیصلہ کیا۔ جو اب لینن کی انقلابی قیادت کے تحت یو۔ ایس۔ ایس۔ آر بن گیا تھا۔ مولانا سندھیؒ نے ماسکو میں نو ماہ گزارے اور وہاں بعض خاص لوگوں سے ملاقاتیں کیں۔ جن میں سے اس وقت کے وزیر خارجہ بھی تھے۔ انہوں نے بڑی حساس نظروں سے دنیا کا سب سے پہلا اشتراکی انقلاب رونما ہوتے دیکھا۔ اس سے ان کے فکر نے اجتماعی رخ اختیار کر لیا۔ (مولانا حضرت شاہ ولی اللہؒ کے فکر کے تحت پہلے ہی اجتماعی رنگ میں سوچتے تھے۔ البتہ اس انقلاب سے تنبہ ضرور ہوا۔ مترجم)

روس سے مولانا سندھیؒ اور ان کے ساتھی ترکی چلے گئے اور وہاں ایک دوسرا انقلاب دیکھا یعنی کمال اتاترک کے تحت جمہوریت کا قیام۔ ترکی کے اس انقلاب سے علامہ اقبال کی طرح مولانا سندھیؒ بہت متاثر ہوئے کیونکہ اس کا مقصد وقت کے تقاضوں کے ساتھ آگے بڑھنا تھا انہوں نے ترکی میں تین برس قیام کیا (یہاں مولانا سندھیؒ نے اپنا نیا پروگرام شائع کیا۔ جس میں سب سے پہلے برصغیر کی تقسیم کا نظریہ پیش کیا۔ مترجم) اور پھر ۱۹۲۶ء کے وسط میں مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ وہاں ان کا قیام تیرہ برس تک رہا۔ آخر مارچ ۱۹۳۹ء میں انہیں برصغیر واپس آنے کی اجازت مل گئی۔

حقیقت میں مولانا سندھیؒ کا یہ طویل جلاوطنی کا زمانہ محرومیوں، دل شکستگیوں اور جسمانی صعوبتوں کی وجہ سے بڑا

بہت ناخوشگوار گزرا۔ لیکن عقلی نقطہ نگاہ سے یہ زمانہ قابل قدر اور معنی خیز تجربات سے بھرا ہوا تھا۔ کابل ماسکو اور ترکی میں مولانا عملی سیاست میں حصہ لیتے رہے۔ جبکہ مکہ معظمہ میں آپ کو سیاست سے علیحدہ رہنا پڑا۔ کیونکہ وہاں ان کے قیام کی شرط یہی تھی۔

مکہ معظمہ کے قیام میں مولانا نے فیصلہ کر لیا تھا کہ جامع ملیہ دہلی میں قیام کروں گا جہاں انہیں روادارانہ اور موافقانہ ماحول ملنے کی امید تھی۔ جامعہ ملیہ کو ان کے قدیم دوست مولانا محمد علی جوہر نے قائم کیا تھا اور اس کا سنگ بنیاد ان کے اپنے استاد حضرت مولانا محمود حسن نے بیس برس پیشتر اپنی وفات سے ذرا پہلے رکھا تھا۔

مولانا سندھیؒ کے لیے یہ نہایت ہی موزوں وقت تھا کہ وہ "یادگار شیخ الہند" کے طور پر "بیت الحکمت" قائم کرنے کے خواب کی عملی تعبیر دیکھیں جس کے ذریعے حضرت شاہ ولی اللہ کے فکر و فلسفہ کی نشر و اشاعت اور اس کی تشریح کی جائے تاکہ اس سے موجودہ دور کے مسائل حل کرنے کا کام لیا جائے۔

دہلی آنے کے بعد آپ نے بکثرت دیوبند، لاہور، کراچی، حیدرآباد، سکھر اور دوسرے مقامات کا سفر کیا مگر ان برسوں میں آپ کی صحت جواب دے چکی تھی۔ آپ اپنے وطن میں مشکل سے پانچ برس گزار سکے تھے کہ اگست ۱۹۴۴ء میں بہاولپور کے قریب ایک مقام پر (خانپور کے قریب دین پور میں ۔ مترجم) وفات پا گئے۔

مولانا عبیداللہ سندھیؒ دارالعلوم دیوبند کی پیداوار تھے جو برصغیر میں ٹھیٹھ اسلامی تعلیم کا گہوارہ تھا۔ مولانا آسانی سے رسمی طریقہ اختیار کر سکتے تھے لیکن وہ بہت ہی حساس دل و دماغ کے مالک تھے، وہ بڑے جری مفکر انسان تھے اور عصر حاضر کے تقاضوں کی حقیقت کو سمجھنے اور مستقبل کے متعلق پیش گوئی کرنے کی کمال استعداد رکھتے تھے۔ وہ تاریخی قوتوں کے عمل اور ان کے حضرات کو بھی اچھی طرح سمجھتے تھے۔ ان کا ایمان تھا کہ قرآن حکیم تمام زمانوں کے لیے سب سے بڑی انقلابی کتاب ہے اور اسلام سوشلزم سے بھی بہت بلند حقیقتوں کی نمائندگی کرتا ہے۔ کیونکہ سوشلزم زندگی کے صرف مادی پہلو سے تعلق رکھتا ہے۔

مولانا سندھی اس بات پر زور دیتے تھے کہ اسلام نے معاشرتی، سیاسی اور معاشی عدل کے بنیادی اصول بیان کیے ہیں۔ سوشلزم ہمارے زمانے کی ضروریات کے مطابق ایک مادی نظام مہیا کرتا ہے۔ جس کے ذریعے اسلام کے ان بنیادی اصولوں کو عملی جامہ پہنایا جا سکتا ہے۔

مولانا سندھیؒ نے ان خطوط پر تقریباً پچاس برس پہلے سوچنا شروع کر دیا تھا۔ وہ نہ صرف ایک بلند ہمت مفکر تھے بلکہ وہ اپنے عقائد میں بھی بڑے پکے تھے۔ جس بات کو انہوں نے صحیح سمجھا اسے اپنی زبان اور قلم سے ظاہر فرمایا۔ اور سخت مخالفت کے باوجود جس میں خود ان کے اپنے تعلیمی پس منظر کی مخالفت بھی شامل تھی۔ انہوں نے اپنے علمی مقام میں کبھی مصالحت قبول نہ کی اور اپنے منفرد مشن کو اسلام کے بنیادی عقائد پر ایمان رکھنے والے اور ایک پکے سوشلسٹ انقلابی کی طرح چلاتے رہے۔ انہوں نے ان دونوں میں کسی قسم کا تضاد نہ پایا (مولانا سندھی حضرت شاہ ولی اللہؒ کے پیروکار تھے۔ مروجہ سوشلزم کے نہیں۔ مترجم)

اصل میں ان کے فکر کی روح یہ ہے کہ کوئی بھی سچا مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ انقلابی نہ ہو۔

جلدی کرو!

★ لڑکی کی شادی میں

★ میت دفنانے میں

★ قرض ادا کرنے میں

★ جنازہ پڑھنے میں

★ فتنوں میں نیکی کرنے میں

★ گناہ پر ندامت اور توبہ کرنے میں

(حدیث و آثار)

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ کے وصایا اور نصائح

عبد الرحمٰن لودھیانوی شیخو پورہ

قافلہ سالارِ سلسلۂ سہروردیہ قطب العارفین

حضرت شیخ شہاب الدین ابو حفص عمر بن محمد صدیق سہروردی ؒ اپنے وقت کے امام طریقت اور پیشوائے راہِ سلوک تھے اخلاق و تصوف میں ایک بلند مقام رکھتے تھے۔ ان کی کتاب عوارف المعارف، طالبین و سالکین کے لئے ایک مینار کی حیثیت رکھتی ہے۔ بعد کے ہر ہر سلسلہ کے مشائخ نے ان سے استفادہ کیا۔ حضرت شیخ الاسلام بابا فرید الدین گنج شکرؒ اور حضرت محبوب الٰہی نظام اولیاءؒ جیسے اکابر طریقت کی خانقاہوں میں اس کتاب کے درس و تدریس اور مطالعہ مذاکرہ کا سلسلہ جاری رہا۔ حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ کی نصائح کا راز بھی غالباً اس خوش نصیبی میں مضمر ہے کہ وہ پیر دانائے فرخ شہابؒ کے مرید اور ان کے روحانی فیوض سے مستفیض تھے۔ انہوں نے گلستان میں اپنے پیر و مرشد کی دو اہم نصیحتیں دو شعروں میں نظم کی ہیں جن کو انہوں نے براہ راست سنا تھا اور جن کے متعلق ماہر رموزِ طریقت حضرت شاہ غلام علی نقشبند دہلویؒ اور قاسم العلوم و المعارف حضرت نانوتویؒ کی رائے یہ ہے کہ ان دونوں میں تصوف کا خلاصہ آ گیا ہے۔

وہ دو شعر یہ ہیں ؎

مرا پیر دانائے فرخ شہابؒ
دو اندرز فرمود بر روئے آب
یکے آنکہ بر خویش خود بین مباش
دوم آنکہ بر غیر بد بیں مباش

یعنی مجھ کو میرے مرشد حضرت شیخ شہاب الدین سہرورديؒ نے ساحلِ دریا پر یہ دو نصیحتیں فرمائیں۔

۱۔ خود بینی نہ کرنا۔ یعنی اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر غرور و تکبر نہ کرنا

۲۔ دوسرے کو برا نہ سمجھنا اور خواہ مخواہ اس کے عیب تلاش کرنے کا طریقہ اختیار نہ کرنا۔

آپکے مختصر حالات

حضرت شیخ شہاب الدین ابو حفص عمر بن محمد صدیقی سہرورديؒ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اولاد سے تھے۔ تصوف و سلوک میں آپ کا انتساب آپ کے چچا حضرت ابو النجیب سہروردیؒ مکی کی طرف ہے۔ مرشدِ اعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ نے آپ سے فرمایا تھا کہ تم عراق کے مشاہیر میں آخری شخص ہو۔ اس طرح آپ کی بہت تصانیف ہیں۔ جیسے عوارف المعارف، کشف النصائح اور اعلام التقی وغیرہ۔ عوارف کو مکہ معظمہ میں تصنیف کیا ہے۔ اثنائے تصنیف میں جب کوئی اشکال پیش آتا تو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے اور طوافِ خانہ کعبہ کر کے طلب توفیق کرتے تھے تاکہ اشکال دور ہو اور حق واضح ہو جائے آپ بغداد میں اپنے وقت کے شیخ الشیوخ تھے۔ دور و نزدیک کے اربابِ طریقت آپ سے مسائل دریافت کرتے تھے۔ آپ کو ایک شخص نے لکھا تھا۔ یا سیدی! اگر میں عمل چھوڑ دوں تو ڈرتا ہوں کہ تعطل و بیکاری کی طرف چلا جاؤں گا۔ اور اگر عمل کروں تو یہ ڈر ہے کہ مجھ میں تکبر و غرور آ جائے گا۔ پھر میں کیا کروں۔ آپ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا۔

”نیک عمل کر اور تکبر و غرور سے استغفار کر“

رسالہ اقبالیہ میں مذکور ہے کہ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ نے فرمایا ہے کہ شیخ سعد الدین حمویؒ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ شیخ محی الدینؒ کو تم نے کیسا پایا؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ ٹھاٹھیں مارتا ہوا ایک سمندر ہیں جس کا کہیں کنارہ نہیں ہے پھر ان سے دریافت کیا گیا کہ شیخ شہاب الدین سہرورديؒ کو کیسا پایا۔ جواب دیا متابعت نبی کریمؐ کا نور جو شیخ شہاب الدین سہرورديؒ کی پیشانی میں چمک رہا ہے وہ چیز ہی کچھ اور ہے۔

آپ کی ولادت رجب ۵۳۹ھ میں اور وفات ۶۳۲ھ میں ہوئی۔ امام شافعیؒ نے اپنی کتاب میں آپ کو مطلع الانوار، منبع الاسرار، دلیل الطریقت، ترجمان الحقیقۃ، قدوۃ العارفین، عمدۃ السالکین العالم الربانی وغیرہ القاب سے یاد کیا ہے،

(از نفحات الانس۔ مولانا عبد الرحمٰن جامیؒ)

ایک وصیّت

(جو جامع رسالہ فرقان لکھنؤ نے حضرت سہروردیؒ کے قلم سے لکھی ہوئی تحریر سے نقل کی ہے)

جس کسی کا قلب نورِ ایمان سے منور ہو گیا اور جس کو اسلام کے متعلق شرحِ صدر ہو گیا اس کے تمام اعضاء و جوارح میں نور سرایت کر جاتا ہے۔ اور وہ شرع کے دائرہ میں اپنے آپ کو مقید کر دیتا ہے۔ پھر وہ بندہ اس مقام پر ہو جاتا ہے کہ اس کی زبان میں نور پیدا ہو جاتا ہے صادقین کے قلوب اس کے قول کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور وہ اُس کے قول اور نصائح سے راہِ استقامت پر آجاتے ہیں۔ انابتِ قلب اس کے اندر متحقق ہو جاتی ہے اور جس کو انابت حاصل ہو جاتی ہے وہ اُن وسوسوں کی نفی کرتا ہے جو دل میں گھومتے ہیں اور ان افکار کو دُور کرتا ہے جو سویدائے قلب کو گھیرے رکھتے ہیں وہ حدیثِ نفس کو دور کرتا ہے اور اللہ تعالےٰ سے مناجات اور اس کے سامنے تضرع و زاری اس کے قلب کی عادت بن جاتی ہے بجائے حدیثِ نفس کے معانیٔ قرآن اس کے قلب میں جاگزیں ہوتے ہیں۔ اور بسا اوقات کمال نورانیتِ قلب کے ساتھ ساتھ معانی القرآن اور مطالعہ کو عظمتِ متکلم" بھی اس کے اندر جمع ہو جاتے ہیں۔ یہ حال ہو جاتا ہے تو وہ قرآن کا بڑا حصہ بغیر وسوسہ اور بغیر حدیث النفس کے پڑھتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کا یہ انعام اُن رجالِ صدیقین اور مشائخ صوفیہ کی صحبت کی برکت سے حاصل ہوتا ہے جو ائمۃ المتقین اور صاحبِ احوال ہوتے ہیں اور جن کو علمِ ظاہر پر عمل کرنے سے علمِ حقیقی حاصل ہو جاتا ہے اور جو صادقین کے قلوب اپنی جانب کھینچتے ہیں۔

یہ حضرات زمین پر اللہ کا لشکر ہیں۔ احوال، اللہ تعالےٰ کے انعامات ہیں مگر یہ بہ طریقِ صحبت حاصل کئے جاتے ہیں۔ وجود الاحوال بطریق صحبت کی مثال ایسی ہے جیسا کہ بیج، کہ اس کے اندر اللہ تعالےٰ نے اُگنے اور سرسبز ہونے کی خاصیت رکھی ہے لیکن پہلے بیج بونے والا محنت کرتا ہے اور اپنی قوت کو فعل میں لاتا ہے۔ شکر اشرف الاعمال ہے اور سب اعمال کے مقابلہ میں کم پایا جاتا ہے۔ وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ ۝ (سورۃ سبا ۳۴ - آیت ۱۳) میرے بندے شکر گذار بہت کم ہیں۔

اللہ تعالےٰ نے منع فرمایا ہے کہ بندے کا قلب ان چیزوں میں مشغول ہو جن میں اعضاء و جوارح مشغول ہیں اس لئے کہ شکر، قلب کا ایک مستقل عمل ہے۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے اِعْمَلُوا آلَ دَاوُدَ شُكْرًا ۝ (ترجمہ:۔ اے داؤد کے گھر والو۔ شکر کا عمل جاری رکھو۔ سورۃ سبا ۳۴ آیت ۱۳)

اللہ تعالےٰ چاہتا ہے کہ ہمت کو اُسی کی طرف مجتمع رکھا جائے اور قلب کی توجہ اسی کی جانب ہو۔ مراقبہ۔ مشاہدہ اللہ تعالےٰ کی محبت اور یہ تصور کہ بندہ اللہ تعالےٰ کے سامنے ہے۔ اللہ کے پسندیدہ امور ہیں۔ اللہ تعالےٰ اس امر سے چشم پوشی اور درگذر نہیں کرتا اور بندے کا قلب کسی چیز سے کلیتہً کسی چیز کے ساتھ ہو۔ چاہیئے کہ اعضاء وجوارح کا عمل اپنے دائرہ تک محدود ہو اور قلب اللہ تعالےٰ کے ساتھ رہے اسی لئے کہ قلب اللہ تعالےٰ کے لئے ہے نہ کہ اس کے سوا کے لئے۔ قلوب، زمین پر اللہ تعالےٰ کے محبوب ہیں اور ان پہ اللہ کی نظر ہے، پس ان کے بارے میں کوئی مسامحت اور کوتاہی نہ ہونے پائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ تمہیں صورتوں کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے قلوب کی طرف نظر رکھتا ہے۔ بندہ کے لئے زیبا نہیں ہے کہ اس کا مقصود سوائے اللہ تعالیٰ بندہ کے لئے زیبا نہیں ہے کہ اس کا مقصود سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی اور ہو اور یا وہ کسی کی طرف سوائے اس کے متوجہ ہو۔ چاہیئے کہ وہ سوائے اللہ تعالیٰ کے وہ کسی کا بھی مشتاق نہ ہو۔ اللہ کے ماسوا کی طرف نظر ڈالنے کو اچھا نہ سمجھے یہاں تک کہ اس کے سِرّ، قلب اور رُوح پر اللہ تعالےٰ کا ذکر اور اس کی طلب غالب آجائے۔ اس کا کوئی سانس طلبِ حق کے بغیر نہ نکلے۔ یہ ادب انفاس ہے۔

طلب میں صدق کی علامت یہ ہے کہ کسی بچہ کی زبان سے بھی کوئی کلمہ نافعہ سُنے تو اس سے رُوگردان نہ ہو۔

عاقل کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے قلب سے آخرت کی طرف متوجہ ہو اُسی کی طرف اس کا ٹھکانا ہے۔ عاقل کو اس فانی دنیا کی ٹیپ ٹاپ غافل نہیں کرتی۔ دنیا کی چمک دمک تو بے وقوفوں کو متاثر کرتی ہے اور ان کی عقلوں پر چھا جاتی ہے۔ جاہ و مال دونوں فانی ہیں جس کے سامنے علمِ زہد آشکارا ہو اور اس کے فائدہ سے واقف ہو وہ اپنے اعضاء وجوارح کو قابو میں رکھ کر ممنوعاتِ شرعیہ سے بچنے کی صورت پیدا کرتا ہے۔ اس راستہ سے نفس کا تزکیہ ہوگا اور جب نفس کا تزکیہ ہوگا تو آئینہ قلب روشن ہو جائے گا اور اس کے اندر گناہ کی برائی ظاہر ہونے لگے گی۔ نیز توجہ الی اللہ کا ارادہ قلب میں پیدا ہوگا وہ اللہ کے ماسوا کو نظر انداز کر دے گا۔ اسی وقت بدن بھی اسی طرح نرم ہو جائیں گے جس طرح دل نرم ہو گئے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ ۔ (ترجمہ) "انسان اپنے اعضاء اور جوارح پر پورا پورا کنٹرول اس وقت تک نہیں کر سکتا جب تک قلب ایسا بیدار نہ ہو جائے جو برابر محاسبہ کرتا ہے"

نصائح

فقر و درویشی کی بنیاد اور زینت ان چیزوں پہ ہے تیرا زادِ راہ تقویٰ ہو ۔ تیری پونجی افلاس ہو تیرا سفر اخلاص ہو، تیرے انفاس مراحل ہوں ۔ تیری منزل قبر ہو ۔ تیرا ساتھی یقین ہو، تیری تدبیر عجز و انکساری ہو، تیری نظر عبرت ہو، تیری محافظ حیا ہو ۔ تیری عادت حُسنِ خلق ہو تیری معلّم قناعت ہو، تجھے نصیحت کرنے والے متابعہ ہوں، تیرے واعظ حوادثِ ایام ہوں، تیرا اسماع ذکرِ موت ہو، تیرا ہتھیار وضو ہو، تیری سواری پرہیزگاری ہو، تیرا دشمن شیطان ہو، تیرا دشمن نفس ہو، دنیا تیرے نزدیک ایک قیدخانہ ہو، اور خواہش نفس تیری نظر میں داروغہ جیل ہو، تیری رات نفل ہو اور تیرا دن استغفار ہو ـــــ تیرا قلعہ دین ہو، تیرا شعائر شرع ہو، تیری محبوب، کتاب اللہ ہو، تیری انیس سنت رسول اللہ ہو ۔ تیرا راس المال، اللہ تعالیٰ کے ساتھ حُسنِ ظن اور تیرا مشغلہ آنحضرتؐ پر درود بھیجنا ہو ۔ نفسِ امارہ سے بچنا رہ، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے نفس کو تمام اشیاء میں شریر ترین بنایا ہے ۔ اور یہ نفس تیرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہر وقت موجود ہے، نفس کی مثال اس چور کی ہے جو گھر کے تمام ساز و سامان سے خوب واقف ہو، نفس شہوت و خواہش کے معاملہ میں چوپایوں کی مانند ہے، نفس شیطان کے قبضہ میں ہے اور اس کے بہت مددگار ہیں جیسے دنیا اور اس کی ٹیپ ٹاپ اور دنیا کے متعلقات، نفس کے ہر ہر مددگار کے پاس لشکر، فوجیں، خیل، اور زینتِ حیات دنیا کے سلسلے کی بہت سی چیزیں موجود ہیں جیسے کثرتِ نوم، کثرتِ اکل، کثرتِ ضحک و مزاح، حُبِّ دنیا، دولت، تکبر، حسد، چغلی، عادات، ذمیمہ، شُربِ خمر، ارتکابِ معاصی ۔ لہو و لعب، جمعِ مال طولِ آمال،

نفس کے منہ میں تقویٰ کی لگام دے، عقل کو اس کا ایندھن بنا دے، شرع کو اس کا قیدخانہ، اور عبادات کو اس کا داروغہ بنا دیجئے،

ہمارے اسلاف

قاضی ضیاء اللہ، جامعہ شبیریہ، میانی

فاروق اعظمؓ اور روم کا ایلچی

مولانا روم علیہ الرحمۃ نے مثنوی شریف میں لکھا ہے کہ شاہِ روم نے ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں اپنا ایلچی بھیجا۔ جب مدینہ منورہ پہنچا تو حضرت عمرؓ کا محل پوچھنے لگا اور اس نے سمجھا کہ جیسے ہمارے بادشاہوں کے بڑے بڑے محلات ہوتے ہیں، ایسے ہی عمرؓ کے بھی محلات ہوں گے۔ اور فاروق اعظمؓ کے نام سے تو ہمارے بادشاہ بھی لرزتے ہیں۔ بڑے محل اور بہت بڑے سنگین پہرے میں ہوتے ہوں گے۔ چنانچہ پوچھتا رہا۔ لوگوں نے بتایا کہ اس ضیغم اسلام کو قصر فراز و اعلیٰ محلات کی ضرورت نہیں، صبر و شکر کی دو مضبوط چٹانوں کے سوا کچھ نہیں رکھتا۔ عام رعایا جیسا بھی اس کا مکان نہیں (وغیرہ)

یہ سن کر ایلچی بڑا حیران ہوا کہ نہ محل ہے، نہ فیڈرل سیکورٹی فورس۔ اس کا اشتیاق اور بڑھا کہ فاتح ملک کے بادشاہ کہاں رہتے ہیں۔ ایک بڑھیا نے کہا وہ کھجور کے درخت کے نیچے عمرؓ، خلیفۃ المسلمین، حاکم وقت آرام فرما رہے ہیں۔ بڑھیا کی نشاندہی پر گیا۔ اللہ کا شیر، مسلمانوں کا امیر جس کے رعب سے کفر لرزہ براندام ہے۔ بغیر تکلّف کے اپنے ہاتھ کا تکیہ بنائے سو رہا ہے

ے ڈیل میں تھا ایلچی گو پیل تن
لیکن اس کا کانپ اٹھا تھا بدن

سبحان اللہ! سوتے ہوئے اللہ کے شیر سے روم کا ایلچی کانپ اٹھا ے

دل میں کہتا تھا الٰہی کیا ہوا
قیصر و کسریٰ کو دیکھا بارہا
جنگ میں بھی زخم کھائے سینکڑوں
دشمنوں کے سر اڑائے سینکڑوں
مَیں نے مارے بیسیوں شیر و پلنگ
پر کبھی بدلا نہ اس چہرے کا رنگ

دنیادار جھوٹے لوگ

حضرت شفیق بلخیؒ ایک قبرستان کے قریب سے گزرے تو ساتھیوں سے فرمانے لگے۔ یہاں سب جھوٹے لوگ سوئے پڑے ہیں۔ ساتھی بہت حیران ہوئے اور پوچھا کہ حضرت! کیا مطلب ہے؟ فرمایا یہ لوگ زندگی میں کہا کرتے تھے کہ ہمارا بڑا مال ہے، بڑے بال بچے ہیں۔ اگر یہ سب چیزیں حقیقتاً انہیں کی ملکیت میں ہوتیں تو یہ لوگ یقیناً ان میں سے کسی ایک چیز کو تو اپنے ساتھ لے ہی آتے۔

دنیاوی سلطنت کی قدر و قیمت کیا ہے؟

ایک دن خلیفہ ہارون الرشید بادشاہِ وقت نے حضرت شفیق بلخیؒ سے کہا مجھے کچھ نصیحت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تو جنگل میں اتنا پیاسا ہو جائے کہ تُو مرنے لگے اور کوئی شخص ایک گھونٹ پانی کے بدلے میں تجھ سے آدھی سلطنت مانگے تو کیا تُو دے دے گا؟ خلیفہ ہارون الرشید نے کہا ضرور دے دوں گا۔ پھر پوچھا اگر تیرا پیشاب بند ہو جائے اور کوئی شخص آدھی سلطنت کے عوض تیرا علاج کر سکے۔ خلیفہ نے کہا مَیں آدھی سلطنت دے دوں گا۔ فرمایا۔ پھر ایسی حکومت پہ کیا فخر کرتے ہو جس کی قیمت پانی کا ایک گھونٹ ہو۔ خلیفہ یہ سن کر رو دیا۔

ملے تو خیرات نہ ملے تو شکر

ایک مرتبہ حضرت شفیق بلخیؒ نے ابراہیم بن ادہم سے پوچھا کہ آپ کا ذریعہ و طریقہ معاش کیا ہے؟ حاکمِ وقت ابراہیمؒ بن ادہم نے کہا مل جائے تو شکر کرتا ہوں اور اگر نہ ملے تو صبر کر لیتا ہوں۔ فرمایا یہ حالت تو ہمارے ہاں کے کتوں کی بھی ہے۔ ابراہیمؒ بن ادہم نے پوچھا کہ آپ کیا کرتے ہیں؟ فرمایا۔ مل جائے تو خیرات کر دیتا ہوں اگر نہ ملے تو شکر ادا کرتا ہوں۔ ابراہیمؒ نے کہا پھر تو آپ میرے استاذ ہیں۔

خوب کہا اور خوب آئے

ایک مرتبہ ایک بوڑھا عمر رسیدہ آپ (شفیق بلخیؒ) کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں نے بہت گناہ کئے ہیں توبہ کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ فرمایا تم بہت دیر سے آئے ہو۔ بوڑھے نے کہا میں بہت جلدی آیا ہوں کیونکہ جو شخص موت سے پہلے آ جائے اسے جلدی ہی سمجھنا چاہیے۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا تم نے خوب کہا اور خوب آئے۔

خدا کی ہی عبادت اور اسی سے مدد کا مانگنا

حضرت مالک بن دینارؒ جب آیت ایاک نعبد و ایاک نستعین (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں) پڑھتے تو زار و قطار رونے لگتے۔ پوچھا گیا کہ آپ کیوں روتے ہیں؟ فرمایا اگر یہ قرآن کریم کی آیت نہ ہوتی تو میں اسے ہرگز نہ پڑھتا دریافت کیا گیا کہ کیوں؟ فرمایا اس لیے کہ ہم منہ سے تو اسی کی عبادت کا اقرار اور اسی سے مدد مانگتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ذرا سی بات پر ہم دوسروں پہ امید رکھتے ہیں اور غیر اللہ کا سہارا تلاش کرتے ہیں۔

قرآن کریم کا اثر

ابوبکر وراق کا لڑکا مکتب میں پڑھتا تھا۔ ایک دن جب پڑھ کر گھر آیا تو ابوبکر نے دیکھا کہ اس کے چہرے کا رنگ فق ہے اور رو رہا ہے۔ آپ نے ماجرا پوچھا بیٹے نے کہا۔ آج میرے استاذ نے ایک ایسی آیت سنائی جسے سنتے ہی میں بے حال ہو گیا اور ڈر کے مارے میرے آنسو نکل رہے ہیں۔

باپ نے پوچھا۔ بیٹا! وہ کون سی آیت ہے؟

بیٹے نے کہا وہ آیت یہ ہے یوما یجعل الولدان شیبا (اس دن کہ جو بچوں کو بوڑھا بنا دے)۔

اس واقعہ کے کچھ دنوں کے بعد بچے کا انتقال ہو گیا۔ ابوبکر وراق بیٹے کی قبر پر جایا کرتے تھے اور اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہتے کہ "اے ابوبکر! تیرا بیٹا تو ایک ہی آیت سن کر اس کی تاب نہ لاتے ہوئے راہِ حق میں قربان ہو گیا مگر تجھے قرآن پڑھتے بڑی عمر گزر گئی۔ اور تجھ پہ کوئی اثر نہ ہوا۔

ایمان کا امتحان، ولی کی کرامت

حضرت جنید بغدادیؒ کے پاس ایک دفعہ حاکمِ وقت نے ایمان کے امتحان و آزمائش کے لیے ایک خوبصورت نوجوان لڑکی بھیج دی تاکہ وہ آپ کو گمراہ کرے۔ خوبرو لڑکی جونہی آپ کے سامنے آئی آپ نے نظریں اٹھا کر دیکھا ہی تھا کہ وہ لڑکھڑا کر گر پڑی اور گرتے ہی دم توڑ دیا۔ بادشاہ کو پتہ چلا تو آپ کو بلا کر پوچھا۔ یہ آپ نے کیا کیا اور کیوں کیا کہ ایسی ہر دلعزیز محبوبہ کو خاک میں ملا دیا۔ آپ نے خلیفہ کو جواب دیا کہ آپ نے کیا کیا اور کیوں کیا کہ میری چالیس سال کی عبادت کو خاک میں ملا دینے کے درپے ہو گئے۔

منکر خدا کے سوال کا جواب

بایزید بسطامیؒ سے ایک منکر خدا نے سوال کیا کہ

(باقی صفحہ ۲۰ پر)

طبی معلومات

پاکستانی طبیب کی تجویز کردہ ۔ ٹی بی کی شہرہ آفاق دوائی

جو بھارتی ہسپتالوں میں مستعمل ہے ۔

حکیم آزاد شیرازی مدیر تذکرہ کے قلم سے !

پاکستانی طبیبوں کی نمائندہ جماعتیں شروع دن سے یہ مطالبہ ہر پاکستانی حکومت سے کرتی چلی آئی ہیں کہ پاکستان کے ہسپتالوں میں یونانی طب کے شعبے قائم کئے جائیں۔ اور ایلوپیتھ ڈاکٹر صاحبان کے دوش بدوش طبیبوں کو بھی مخلوق خدا کی خدمت کے مواقع سرکاری سطح پر مہیا کئے جائیں۔ نیز ہر علاقے میں ایلوپیتھ ڈسپنسریوں کے ساتھ ساتھ یونانی ڈسپنسریاں بھی قائم کی جائیں۔ یوں تو ہر حکومت، اور ہر وزیر صحت نے طبیبوں کے ان مطالبات پر ہمدردانہ غور و فکر کا وعدہ کیا۔ لیکن ہے یہ وہ لفظ کہ شرمندۂ معنی نہ ہوا۔ اسی طرح مختلف مواقع پر ہمارے وزرائے کرام اور رہنمایانِ عظام پاکستانی طبیبوں کو یہ تلقین بھی کرتے ہی رہتے ہیں کہ طبیب لکیر کے فقیر نہ بنیں اور تحقیق اور ریسرچ کریں نئی نئی بیماریوں کے لئے دوائیں تجویز کریں اور علاج تلاش کریں۔ لیکن دوسری طرف اس رستے میں خود اتنی رکاوٹیں پیدا کرتے ہیں کہ قول اور فعل کے اس تضاد کو منافقت کے سوا کسی اور نام سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ اور اب اشتہار بازی، پہ پابندی کے آرڈی ننس نے تو رہی سہی کسر پوری کر دی ہے یعنی اگر کوئی طبیب کسی بیماری کا کوئی حتمی اور یقینی علاج تلاش کر بھی لے تو اس کا اظہار تک نہیں کر سکتا۔۔۔ ان حالات میں پاکستانی طبیبوں سے خدمتِ خلق کی توقع ۔۔۔ ایں خیال است و محال است و جنوں!

خدام الدین کے صفحات پر میں ایک پاکستانی طبیب حکیم انقلاب دوست محمد صابر ملتانی مرحوم و مغفور کی تجویز کردہ ٹی بی کی دوائی کا نسخہ شائع کر چکا ہوں ۔۔۔ ان کی مجوزہ دوائی گزشتہ سولہ برس سے مفت تقسیم بھی کرتا چلا آیا ہوں۔ اس دوائی کے حیرت انگیز شفائی اثرات کا میں نے بچشم خود مشاہدہ کیا ہے۔ گزشتہ دو مہینے سے بے شمار حضرات کے خطوط اس نسخہ کے بارے میں موصول ہوئے ہیں جنہیں فرداً فرداً جواب بھی دیا گیا ہے۔ یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ اسی لئے آج یہ نسخہ اپنے پس منظر سمیت شائع کر رہا ہوں۔

علاوہ ازیں گزشتہ دنوں پاکستان کے نامور سرجن ڈاکٹر متین صدیقی صاحب کا انتقال ایک قومی حادثہ ہے۔ اگر پاکستانی ہسپتالوں میں یونانی طب کے شعبے قائم ہوتے اور طبیبوں کو بھی حقارت کی نظروں سے دیکھنے انہیں جاہل اور عطائی کہنے اور طب یونانی کو فرسودہ دور غیر سائنسی طریق علاج قرار دینے کے بجائے ڈاکٹر حضرات تعصب کی پٹی آنکھوں سے اتار دیتے تو شاید یہ حادثہ پیش نہ آتا۔

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر حضرات طبیبوں سے تعاون کرنے پہ ہرگز آمادہ نہیں۔ جبکہ حکیم غلام نبی ایم اے صدر تحریک تجدید طب پاکستان کی اطلاع کے مطابق حکیم انقلاب صابر ملتانی مرحوم کا تجویز کردہ ٹی بی کا نسخہ بھارت کے سرکاری ہسپتالوں میں استعمال کیا جا رہا ہے۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ طب جدید مشرقی کے طبیہ کالج شاہدرہ لاہور کے تعلیم یافتہ طبیبوں کو بھارت میں مستند اطباء کی صف میں شامل کیا گیا ہے۔ لیکن پاکستان کی طبی سیاست کے ناخداؤں نے اپنے سوا سب کو غیر مستند اور عطائی کہنا شروع کر دیا ہے اور یوں ڈاکٹروں سائنسدانوں اور طبیبوں کے اتحاد ثلاثہ کے نام پر طبیبوں کے خلاف ان طبیبوں کے خلاف جنہیں ان حضرات نے خود رجسٹرڈ کیا ہے عطائی پن اور جہالت کا شور مچا کر اپنی عطائیت اور جہالت کی پردہ پوشی شروع کر رکھی ہے اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ طبی بورڈ کے صدر علامہ حکیم نیر واسطی، استاذ الاطباء حکیم احمد دین موجد طب جدید مشرقی و بانی آل انڈیا انجمن خادم الحکمت کے طبیہ کالج میں اعزازی لیکچرار کی حیثیت میں متعین رہے اسی حکیم احمد دین کے ایک لائق شاگرد حکیم انقلاب صابر ملتانی مرحوم تھے جن کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ وہ حکیم احمد دین کے جانشین بھی ٹھہرے اور انہوں نے ٹی بی کی یہ دوائی تجویز کر کے اس بہتان کی عملی تردید کر دی کہ

پاکستانی طبیب تحقیق کے میدان میں قدم نہیں رکھتے۔

حکیم انقلاب نے یہ نسخہ ۱۹۵۸ء میں اس چیلنج کے ساتھ پیش کیا تھا کہ اس نسخہ کو غلط ثابت کرنے والے کو مبلغ ایک صد روپیہ انعام دیا جائے گا۔ ۱۹۵۸ء میں ڈاکٹروں کی طرف سے جو سالانہ ٹی بی کانفرنس منعقد ہوئی اس موقع پر حکیم صابر ملتانی نے ایک اخباری بیان میں کہا کہ ٹی بی کے انسداد کے لئے کئی کانفرنسیں ہو چکی ہیں، بے شمار لیبارٹریاں تحقیقاتی ادارے، ٹی بی ہسپتال وغیرہ قائم ہو چکے ہیں سینکڑوں ادویات ایجاد ہوئی ہیں۔ لیکن کوئی یقینی دوائی تیار نہیں ہو سکی۔ اس لئے میں اپنی سالہا سال کی معالجاتی تحقیق کا حاصل یہ نسخہ پیش کرتا ہوں جو ارزاں ترین اور سہل ترین اور مفید ترین ہے۔ غلط ثابت کرنے پر ایک صد روپیہ انعام دوں گا۔

لیجئے! آج پھر حکیم صابر ملتانی کا یہ نسخہ مفصل ہدایات نوٹ فرما لیجئے۔

هوالشافی

۱۔ آک کا تازہ دودھ ایک تولہ

۲۔ ہلدی خالص کا سفوف پندرہ تولے۔

اکوٹ پیس کر باریک کی ہوئی ہلدی میں آک کا دودھ ڈال کر خوب ملا لیں۔ دس پندرہ منٹ تک کھرل کر لیں بس نسخہ تیار ہو گیا۔ مقدار خوراک ایک رتی سے ایک ماشہ تک۔

مفصل ترکیب استعمال :— جن مریضوں کو قبض ہو ان کو نصف ماشہ سے ایک ماشہ تک جن کو اسہال آتے ہوں ان کو ایک رتی سے دو رتی تک، جن کو پیچش ہو ان کو دو رتی سے چار رتی تک دوائی صرف نیم گرم پانی کے ساتھ دیں۔ ہر تین گھنٹے بعد دوائی کی ایک خوراک نیم گرم پانی کے ساتھ دیں۔

افعال و اثرات :— صرف تین روز کے اندر خون آنا بند ہو جاتا ہے۔ ایک ہفتہ کے اندر کھانسی اور بخار کم ہونے لگتے ہیں۔ رفتہ رفتہ بھوک بڑھ جاتی ہے۔ پاخانہ باقاعدہ ہو جاتا ہے۔ تین ہفتوں کے بعد طاقت پیدا ہونے لگتی ہے۔ ایک ماہ کے بعد مریض اپنے کاروبار کی طرف رجوع کر لیتا ہے۔ اور باقی زندگی مسرت صحت اور شادمانی سے گزارتا ہے۔

غذا :— اس علاج کے دوران ٹھوس غذا استعمال نہ کرائیں۔ مثلاً بکری کا دودھ، بکری کے گوشت کا شوربا، سبزی کا شوربا۔ چائے دودھ پھلوں کا رس، جب مریض صحت یاب ہونے لگے پھر اسے مونگ کی دال، گاجر اور پیٹھے کا حلوہ جس میں خالص دیسی گھی کی مقدار ان سب غذاؤں میں تیسرا حصہ ہونا چاہئے۔

اس نسخہ کے ساتھ حکیم انقلاب نے اتمام حجت کرتے ہوئے صدر مملکت جنرل محمد ایوب خان صاحب مرحوم کی خدمت میں ایک چٹھی بھی لکھی جس میں واضح کیا گیا کہ ٹی بی کے نام پر ملک کا کتنا روپیہ غیر ملکی ادویات، وغیرہ پر خرچ ہوتا ہے۔ اس چٹھی میں حکیم صاحب نے مزید لکھا ہے کہ :۔

اگر حکومت مزید تسلی چاہتی ہے تو دو تین ہائیکورٹ کے ججوں کی تحقیقاتی کمیٹی مقرر کر دے اور اس کے ساتھ فرنگی ڈاکٹروں کی پوری ٹیم ہو۔ ہم انشاءاللہ ثابت کر دیں گے کہ فرنگی طب تپ دق اور سل کے علاج ہے اگر ہم یہ ثابت نہ کر سکیں تو حکومت جو چاہے ہم کو سزا دے سکتی ہے۔"

آج راقم الحروف حکیم انقلاب صابر ملتانی کے اس نسخہ کی تشہیر کر کے اس چشمہ فیض کو جاری رکھنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے اور قارئین سے پرزور گزارش کرتا ہے کہ وہ اس نسخہ کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچا کر ثواب دارین حاصل کریں۔ مجھے یقین ہے کہ حکیم صابر ملتانی کا یہ ایک صدقۂ جاریہ ہی ان کی نجات کے لئے کافی ہے۔

ے نام مطلوب ہے تو فیض کے اسباب بنا
پل بنا چاہ بنا مسجد و تالاب بنا

بقیہ : ہمارے اسلاف

کیا خدا موجود ہے۔ کہا یقیناً خداوند کریم موجود ہیں۔ کہا میں دیکھنا چاہتا ہوں کیونکہ جو چیز موجود ہو وہ نظر آتی ہے۔ آپ نے فرمایا فلاں غار پہ جاؤ۔ وہاں میرا ایک دوست رہتا ہے وہ ملے گا اور تمہیں خدا دکھا دے گا۔ چنانچہ وہ شخص اس غار پر گیا۔ دیکھا کہ وہاں ایک بہت ہی بڑا سانپ بیٹھا ہے۔ سانپ کو دیکھتے ہی وہ شخص واپس دوڑا اور بایزیدؒ کے پاس آیا اور کہا کہ وہاں تو بڑا سانپ بیٹھا ہے جس سے ڈر کر میں بھاگ آیا ہوں۔ بایزید علیہ الرحمۃ نے کہا۔ تم تو خدا کی مخلوق کے سامنے نہ ٹھہر سکے تو خدا کے سامنے کس طرح ٹھہرو گے؟ لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار۔ فبھت الذی کفر

دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا
بس جان گیا تیری پہچان یہی ہے!

اسلامی نظام حیات، عدالت کے دروازے پر

سپریم کورٹ آف پاکستان کے ریٹائرڈ جج جناب بدیع الزمان کیکاؤس نے اسلامی نظام کے سلسلہ میں لاہور ہائی کورٹ کا دروازہ کھٹکھٹایا ہے اور عدالت سے استدعا کی ہے کہ وہ اسلامی نظام کے نفاذ کا اہتمام کرے۔

جمعیۃ علماء اسلام لاہور نے موصوف سے اجازت لے کر ان کی درخواست کا اصل متن بزبان انگریزی بصورت کتابچہ چھپوا دیا ہے نیز درخواست کا آخری حصہ اردو میں بصورت پمفلٹ شائع کیا جا چکا ہے۔ اب تمام درخواست کا اردو ترجمہ چھپوانے کا پروگرام ہے۔ لیکن اس سے قبل ہم یہ تفصیلات قارئین خدام الدین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ (مدیر)

(نوٹ) انگریزی کا کتابچہ اور اردو پمفلٹ دفتر جمعیۃ علماء اسلام لاہور شہر بواسطہ خدام الدین لاہور سے مل سکتا ہے۔ انگریزی ڈیڑھ روپیہ فی کتابچہ۔ اردو دس روپیہ فی سیکڑہ۔

۱۔ پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے جس کا واحد حاکم اللہ تعالیٰ ہے اور جس کا قانون شریعت یعنی قرآن مجید اور سنت رسول اللہ ہے۔ لیکن یہاں شریعت کو قانون تسلیم نہیں کیا گیا اور احکام الٰہی کی اطاعت نہیں کی گئی اس مقدمہ کا واحد مقصد یہ ہے کہ ملک کے ارباب اختیار اللہ کی مکمل اطاعت کریں۔ اگر ملک کے حاکم یہ تسلیم کر لیں کہ یہاں قرآن اور سنت نافذ ہے تو اس عدالت عالیہ کو صرف اس اقرار سے پیدا شدہ قانونی نتائج کا تعین کرنا ہے۔

۲۔ قریباً چودہ سو سال ہوئے کہ قرآن حکیم نازل ہوا جو اللہ تعالیٰ کا اپنا کلام ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کہ جس کی عبادت ہماری زندگیوں کا مقصد اور جذبہ ہے۔ "وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون" قرآن ۵۱

جس لمحہ قرآن حکیم کا وحی کی شکل میں نزول ہوا۔ اسی وقت سے پوری امت مسلمہ کے لئے قیامت کے دن تک یہ ارفع و اعلیٰ اور غیر متبدل ضابطہ حیات اور قانون ہو گیا اور ہر مسلمان کا انفرادی طور پر اور ہر مسلم سوسائٹی کا اور ہر مسلم سلطنت کا یہ فرض ہو گیا کہ وہ نہ صرف اس قانون کی اطاعت کریں بلکہ اس کے ساتھ ہی اس کی تبلیغ کریں۔ اس کا دفاع کریں۔ اس کو نافذ کریں اور اس قانون کے مطابق نیکی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں۔ اور جہاں تک ممکن ہو سکے بے انصافی اور برائی کے خلاف جہاد کریں۔

"کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر وتومنون باللہ" (قرآن ۳)

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا

عبید اللہ انور

مدظلہ العالی

کا

پروگرام

★

۲۶ مارچ بروز جمعہ ۴ بجے روانگی پشاور بذریعہ طیارہ۔ بعد نماز عشاء مجلس ذکر جامع مسجد گل بہار کالونی ۳ پشاور۔ قیام: احسان منزل گل بہار کالونی۔

۲۷ مارچ بروز ہفتہ۔ صبح مختصر قیام اکوڑہ خٹک دار العلوم حقانیہ بعد نماز ظہر تقریب ختم ترجمہ قرآن پاک جامعہ مدنیہ کیمبل پور بعد نماز مغرب مجلس ذکر و سلسلہ بیعت و ارشاد جامعہ مدنیہ کیمبل پور۔

۲۸ مارچ بروز اتوار صبح ۹ بجے انوار القرآن بستی کاریگر واہ کینٹ کے سالانہ درس قرآن کریم میں شرکت۔
۱۲ بجے سنگ بنیاد مسجد مدرسہ تعلیم القرآن مریڑ حسن راولپنڈی بعد نماز عصر جامع مسجد چونگی نمبر ۲۲ راولپنڈی میں احباب سے ملاقات اور بعد نماز مغرب اسی جگہ مجلس ذکر ۸ بجے روانگی لاہور بذریعہ طیارہ۔ انشاء اللہ۔

(حاجی بشیر احمد)

۲۔ ہر مسلمان کے لئے صرف قرآن حکیم کے احکامات جن کا ہر لفظ ہر حیثیت سے ہدایت اور فرض ہی ہے ایک قانون کی شکل اختیار کر گیا ہے ۔ قرآن حکیم مسلمانوں کے ذہن کا سرچشمہ اور بنیادی حصہ بن چکا ہے اور قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے سنتِ رسول کا درجہ بھی قرآن حکیم کے مشابہ قرار دیا جا چکا ہے اور یہ دونوں مل کر شریعت کہلاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے احکام کا نام ہے ۔

۳۔ ہر وہ ملک جس میں سیاسی طاقت مسلمانوں کے پاس ہے لازمی طور پر ایک نظریاتی اسلامی مملکت ہے اور خدا تعالیٰ کی حکومت ہے کیونکہ بوجہ لا الٰہ الا اللہ اور بوجہ ان واضح احکام کے جو قرآن پاک میں موجود ہیں ایک مسلمان اس امر پہ مجبور ہے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو تسلیم کرے ۔ مسلمانوں کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں ہے ورنہ وہ غیر مسلموں کے دائرہ میں آتے ہیں ۔ لیکن جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے اس میں اللہ کی حکومت قائم کرنے کے خاص وجوہ بھی موجود ہیں ۔ کیونکہ پاکستان کا قیام علی الاعلان اس مقصد کے لئے عمل میں آیا تھا کہ یہاں مسلمان اپنی زندگیاں قرآن حکیم اور سنتِ رسول اللہؐ کے احکام و روایات کے مطابق ترتیب دیں گے اور اسی لئے عامۃ المسلمین نے اپنے محبوب پاکستان کے حصول کے لئے بے پناہ قربانیاں دیں ۔ پاکستان بلاشبہ ایک نظریاتی، اسلامی مملکت ہے اور دستور کی دفعہ ۲ میں درج ہے کہ اس مملکت کا مذہب اسلام ہے ۔

۴۔ ہر نظریاتی مملکت کی حکومت کا یہ فرض ہے کہ مملکت کے نظریات کے حصول کے لئے ہر ممکن کوشش کرے ۔ جہاں تک اسلامی نظریہ کا تعلق ہے اس کی روح توحید اور اللہ تعالیٰ کی مکمل اطاعت ہے ، اور جب ہم اس نظریہ کا مطالعہ کریں گے تو ہم دیکھیں گے کہ حکومت قانونی طور پر پابند ہے کہ مندرجہ ذیل امور کی ہر ممکن کوشش کرے ۔

(ا) قرآن حکیم اور سنت کے احکامات کا نفاذ جو ریاست کا الٰہی قانون ہے ۔

(ب) انسانی زندگی کے اسلامی مقصد کا حصول، یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کا جذبہ اور اس کی مکمل اطاعت ۔

(ج) مسلمانوں کے ذہن میں ایمان بالغیب یعنی اللہ تعالیٰ اور آخرت پہ ایمان مضبوط کرنا ۔

(د) مسلمانوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور اللہ کے رسول اکرمؐ کی محبت بڑھانا ۔

(س) اسلامی معاشرے میں ایک طرف اللہ تعالیٰ کی مکمل عبودیت کا جذبہ پیدا کرنا اور دوسری طرف انسان کو انسان کی مقرر کردہ پابندیوں سے نجات دلانا ۔ عزتِ نفس، خودداری اور انسانی حقوق کی حفاظت کا احساس پیدا کرنا ۔

(ش) پاکستان کے مسلمانوں کو اس منصب کی بجا آوری کے لئے تیار کرنا جو اللہ تعالیٰ نے ان کا متعین کیا ہے ۔ یعنی نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا اور بدی کے خلاف لاانتہا ہی جنگ کرنا ۔

(ص) شرع کی اہمیت کا احساس دلانا اور اس پر سختی سے عمل پیرا ہونے کی ضرورت پر زور دینا ۔

اقوالِ زریں

- شراب پینے والے عقل بیچ کر جنون خریدتے ہیں ۔ ([illegible])
- عدل ایک ایسا قلعہ ہے جسے نہ آگ جلا سکتی ہے نہ توپ گرا سکتی ہے ۔ (نوشیرواں)
- رحم و کرم رنج کی زکوٰۃ ہیں ۔ (ارسطو)
- دشمن پر احسان انتقام کی بدترین صورت ہے ۔ (ثعالبی)
- اگر تم غریب کی فریاد نہیں سنو گے تو تمہاری فریاد کوئی نہیں سنے گا ۔ (ابن الجوزی)
- محسن کا شکر ادا کرو اور شکر گزار پر احسان کرو ۔ (سلیمانؑ)
- تین چیزیں انسان کو تباہ کر دیتی ہیں ۔ حرص، حسد اور غرور ۔ (حضرت علیؓ)
- تین کی قدر تین مواقع پر ہوتی ہے ۔ بہادر کی جنگ میں، حلیم کی غضب میں، بھائی کی مصیبت میں ۔ (امام غزالیؒ)
- تین خصلتیں باعثِ فخر ہوتی ہیں ۔ قضا پر رضا، مصیبت میں دعا، اور صبر در بلا ۔ (شریفی)
- دولت تین چیزوں کا نام ہے ۔ علم، شرافت اور عبادت ۔ (غزالیؒ)
- تین باتوں کے تین نتائج ہیں ۔ سکوت کا نتیجہ سلامتی، تقوے کا عظمت، اور خدمت کا سیادت ۔ (ثعالبی)
- علماء کی موت سے دین بگڑتا ہے ۔ فقراء کی موت سے مہمانوں کے دل اجڑتے ہیں اور امراء کی موت سے رونق ختم ہوتی ہے ۔ (نظام الملک)
- زندگی دریا، آخرت اس کا ساحل اور تقویٰ کشتی ہے ۔ (معروف کرخی)

(خاموش مبلغ)

(ع) مسلمانوں کو سچائی، انصاف، خیرات اور تقویٰ کی انتہائی اہمیت کا احساس دلانا۔

(غ) اسلامی اخوت کو مضبوط بنانا اور مکمل مساوات اور سب مسلمانوں کی عزت و حرمت کو قائم کرنا۔

۴- (۲) جو حکومت کا فرض ہے اس ریاست کے مسلمانوں کا حق ہے۔ ایک نظریاتی مملکت میں اور خاص طور پر ایک اسلامی ریاست میں کسی صاحب اختیار (اولوالامر) کو تب تک حکومت کرنے کا حق نہیں پہنچتا جب تک وہ یہ قابلیت نہ رکھتا ہو کہ وہ مملکت کی نظریات کے مطابق اپنے فرائض کو سرانجام دے سکے اور وہ عملی طور پر اس کے لیے کوشش کر رہا ہو اگر وہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں ناکام رہتا ہے تو ہر مسلمان کا یہ حق ہے کہ وہ عدلیہ کے دروازہ پر انصاف کے حصول کے لیے دستک دے سکے۔

۵- اگر پاکستان کے ارباب اختیار اپنے فرائض کو سرانجام دیتے رہتے تو آج ہم اس دنیا کی افضل ترین مملکت ہوتے۔ اور ہم پاکستان میں ایک ایسی سوسائٹی کی تشکیل کر دیتے جس کی بنیاد سچائی، انصاف اور تقویٰ پر ہوتی اور وہ سائنس اور ٹیکنالوجی میں پوری طرح ماہر ہوتی۔ ایک ایسی سوسائٹی جس کے اراکین ان فرائض کو سرانجام دیتے جو اللہ تعالیٰ نے مسلم اُمت کو تفویض کئے ہیں۔ اور ایک ایسی سوسائٹی جس کی کامیابی کی ضمانت اللہ تعالیٰ نے خود دی ہے۔

۶- جب ہم اس امر کا تجزیہ کرتے ہیں کہ اس ملک کی حکومتوں نے سلطنت کے نظریہ کے حصول کے لئے اپنے فرائض کس طریقے سے انجام دئے ہیں۔ تو ہمیں ایک حیرتناک صورت حال سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ پوری انسانی تاریخ میں ایسی مثال کا ملنا ممکن نہیں ہے جس میں قول و فعل کا اتنا بڑا تضاد ہے۔ اس مملکت کا قیام خاص طور پر اس لئے عمل میں آیا کہ مسلمان اپنے مذہب کے احکامات کے مطابق اور مذہبی تعلیمات کی اسپرٹ کو سامنے رکھ کر اپنی زندگیوں کو ترتیب دیں اور جس دن سے پاکستان معرض وجود میں آیا ہے اس دن سے آج تک لاتعداد زبانی اعلانات کئے گئے کہ پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے جس کی بنیاد قرآن اور سنت پر ہے اور کوئی ایسا قانون نہیں بنے گا جو قرآن اور سنت کے مطابق نہ ہو۔ قرارداد مقاصد جس میں یہ اعلان کیا گیا تھا کہ پاکستان میں اسلامی حکومت ہوگی۔ سنہ ۱۹۴۹ء میں منظور ہوئی اور یہ قرارداد ان چاروں دساتیر میں بطور ابتدائیہ شامل ہے جو اس ملک میں آج تک نافذ کئے گئے ہیں اور دستور کی دفعات میں بھی اس اصول کو تسلیم کیا گیا ہے کہ تمام قوانین قرآن اور سنت کے مطابق ہونے چاہئیں۔ اس ملک کے علماء نے ۲۲ نکاتی پروگرام متفقہ طور پر اسلامی دستور اور قانون کے لئے منظور کیا ہوا ہے۔ موجودہ وزیر اعظم پاکستان نے سنہ ۱۹۹۰ء میں اعلان کیا تھا کہ ان کی حکومت کوئی ایسا قانون نہیں بنائے گی جو قرآن حکیم اور سنت رسول کے خلاف ہو۔ اس کے بعد اس نوعیت کے بیان دیتے رہے ہیں۔ موجودہ دستور کی دفعہ ۲ میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ مملکت کا مذہب اسلام ہے۔

صداقت
کی
مظلومی

کوئی نیا واقعہ نہیں ہے اس پر آزمائش و ابتلاء کے ایسے ایسے ہلاکت خیز وقت آئے ہیں جب خدا کی زمین پر چند دلوں کے سوا اس کا کہیں نشیمن نہ تھا۔ لیکن باوجود اس کے سچ سچ رہا اور باطل باطل

صداقت

اپنے حامیوں کی کثرت و قلت اور استقامت و تزلزل سے ہمیشہ بے پروا رہی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ وہ تمہارے پاس اس لیے نہیں آئی کہ تمہاری محتاج ہے بلکہ اس لیے کہ تم اس کے محتاج ہو، اگر تم نے اپنے تئیں اہل ثابت نہیں کیا تو تم سے اپنا رشتہ کاٹ لے گی اور کسی اور مستحق دل کو اپنا نشیمن بنائے گی۔ (امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ)

ٹیلیفون نمبر ۹۰۰۸۸ | ہفت روزہ **خدام الدین** لاہور | رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۷۴

صدر مملکت، مرکزی اور صوبائی وزراء، اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر اور مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کے اراکین جو حلف اٹھاتے ہیں۔ ان تمام میں یہ واضح طور پر درج ہے کہ پاکستان کی بنیاد اسلامی نظریہ پر رکھی گئی ہے اور ہر حلف اٹھانے والے کا یہ فرض ہے کہ اس کی حفاظت کرے۔ اس کے علاوہ پاکستان سپریم کورٹ کے دو فیصلے ہیں جن میں اسلامی نظریہ حیات کی تصدیق کی گئی ہے تو پھر کیا یہ امر حیران کن نہیں ہے کہ پاکستان میں اصل صورت حال یہ ہے کہ۔

پاکستان کو قائم ہوئے اٹھائیس سال گذر چکے ہیں۔ لیکن ابھی تک قرآن حکیم اور سنت رسول کے احکام کو ملک کے قانون کی حیثیت سے تسلیم نہیں کیا گیا اور موجودہ دستور کے ماتحت اسلامی قانون پر غور کرنے میں سات آٹھ سال کا وقت لگ سکتا ہے۔ یہ تو ہے قانون کی صورت حال جلکو مملکت کا دوسرا دستوری فرض یہ تھا کہ وہ یہاں مثالی اسلامی سوسائٹی قائم کرے۔ نہ صرف اس مقصد کے لئے کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا بلکہ ہم اسلام سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ آج ہم اپنے ملک میں اتحاد کے فقدان، سیاسی جماعتوں میں سنگین آویزش، صوبائی عصبیت، کفر والحاد، فحاشی، رشوت ستانی، اور قانون سے لاپرواہی جیسی لعنتوں میں گرفتار ہیں۔ دولت، طاقت، آرام طلبی، عیاشی اور بے راہ روی ہماری زندگی کی اقدار بن چکی ہیں۔ اور مصیبت کے سامنے ہم بے بس ہو چکے ہیں ملک میں بے اعتمادی اور بے اطمینانی کی عام لہر ہے اور دیانتدار رہنا ناممکن ہو گیا ہے۔

ان تمام خرابیوں کی بنیادی وجہ لادینی سیاست ہے۔ اسلام اور لادینی سیاست میں براہ راست تضاد اور اقدار میں وہ ایک دوسرے سے واضح طور پر براہ راست متصادم ہیں۔ اس ملک کی کسی حکومت نے کبھی بھی اسلامی نصب العین کو تسلیم نہیں کیا کیونکہ اسے انتہائی دینی اور مذہبی سمجھا جاتا ہے چونکہ انہوں نے اس نصب العین کو تسلیم نہیں کیا۔ اس لئے اس قانون کو منظور نہیں کیا جس سے اس نصب العین کو حاصل کرنا تھا۔ چونکہ معاشرے کا کوئی نصب العین نہیں تھا اس کی اخلاقی اقدار ختم ہو گئیں اور جب اخلاقی بنیاد ہی نہ رہے تو معاشرہ تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ اس وقت قانون ساز اداروں میں پاکستان پیپلز پارٹی کی اکثریت ہے یہ نظریاتی جماعت ہے جس کا مسلک سائنٹیفک سوشلزم ہے اور اس کا بیان کردہ مقصد پاکستان کو سوشلسٹ مملکت بنانا ہے۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ سوسائٹی کی تعمیر بالآخر کسی مضبوط جذبہ کی نیم دیوانگی کی بنیاد پر ہوتی ہے جس کی وجہ سے انسان قربانی دیتا ہے۔ سائنٹیفک سوشلزم اس ملک کے مسلمانوں کی جذبہ پیدا نہیں کر سکتی۔ واحد چیز جو اس ملک کے عوام میں جذبہ بیدار کر سکتی ہے لا الہ الا اللہ ہے اور اسی کلمہ طیبہ کی مضبوطی یا کمزوری پر پاکستان کی بقا یا فنا کا انحصار ہے۔

خُدّام الدّین

محض ایک ہفتہ وار رسالہ نہیں

بلکہ

ایک تحریک ہے

جس نے

روز اول سے اپنے سامنے ایک مقصد رکھا

وہ مقصد

خدا کی مخلوق تک خدا کا صحیح پیغام پہنچانا ہے

اس خدمت کا صلہ

رحیم و کریم خدا نے یہ دیا کہ اس کے صدقے ہزاروں گم کردہ راہ لوگ راہ راست پر آگئے

یہ تحریک

آج بھی جاری ہے

آپ کا فرض ہے

کہ ہر قسم کا تعاون فرما کر راہ حق میں ہمارا ہاتھ بٹائیں۔

(مدیر)

مولانا عبیداللہ انور ایڈیٹر نے پبلشر طارق لطیف کمبرج پریس لاہور میں چھپوا کر شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا۔